بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ


شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

# رحیمیہ لاہور


جولائی 2018ء / شوال المکرّم 1439ھ جلد نمبر 10، شمارہ نمبر 7

قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے



**مجلس ادارت**

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد


## فہرست مضامین


- منافقت؛ ایمان سے محرومی اور عذاب کا سبب
- دینی اور سیاسی شعور کی ضرورت
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فقاہت اور سماجی کردار
- کیا جنوبی پنجاب میں نیا صوبہ عوام کے مقدر کو بدل دے گا؟
- باادب، باملاحظہ، ہوشیار باش! منتخب لیڈر تشریف لاتے ہیں!
- عالَمِ حشر کے کچھ واقعات کا تذکرہ (1)
- مسلمان حکمرانوں کے عادلانہ اُصولِ سیاست
- 1879ء کا مصر اور آج کا پاکستان
- شام میں حالیہ سامراجی مداخلت کی ناکامی
- جو کچھ رمضان المبارک میں سیکھا گیا ہے، اس کی حفاظت کی جائے
- منتخب قیادت کی دو لازمی صفات
- بددیانت لیڈرشپ؛ عذاب کا سبب ہوتی ہے
- ہمارے ووٹ کی ایک قیمت ہے
- مجاہدِ کبیر سیّد اکبر شاہ ترمذیؒ
- ادارہ رحیمیہ لاہور میں قیامِ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ/2018ء
- دینی مسائل


## ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

**فرمایا:**

''میں یہ نہیں کہتا کہ اختلافِ خیال (رائے) نہ رکھو۔ جس کو اپنا اور مسلمانوں کا مفاد، دیانت داری سے جس چیز اور سیاسی مسلک میں نظر آتا ہے، وہ اپنے خیالات وہ رکھے، مگر (اختلافِ رائے رکھنے والوں پر) یہ حملے، ہلڑ بازیاں، سبّ وشتم (گالی گلوچ اور بُرا بھلا کہنا) تو انسانیت سے گری ہوئی اور شرم ناک بات ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔''

(مجلس: ۶ رذی الحجہ ۱۳۶۵ھ/ یکم نومبر 1946ء بروز: جمعہ۔ مقام: رائے پور)

(ارشاداتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 205، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)


**رحیمیہ** ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org


رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

اِدارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ رجسٹرڈ) لاہور


رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533


www.rahimia.org

# درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

## منافقت؛ ایمان سے محرومی اور عذاب کا سبب

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ (1:10-8)

(اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے، حال آں کہ وہ ایمان دار نہیں ہیں۔ اللہ اور ایمان داروں کو دھوکا دیتے ہیں، حال آں کہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکا دے رہے ہیں اور نہیں سمجھتے۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ پھر اللہ نے ان کی بیماری بڑھا دی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔)

گزشتہ آیات میں بتایا گیا کہ اس کتابِ مقدس کی تعلیمات کا لازمی اثر ہے کہ انسانوں کو ہدایت دیتی ہیں، جس میں کوئی شک نہیں۔ البتہ جو لوگ اس کتاب کی ہدایات کا انکار کریں اور اس کتاب کے لانے والے نبیؐ سے بغض وعدات رکھتے ہیں، وہ کبھی ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتے۔ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ان آیات میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ جو لوگ بہ ظاہر اس کتاب کی تعلیمات پر ایمان لانے کے دعوے دار ہوں، لیکن حسد، بغض اور عداوت کے سبب اپنی نجی مجلسوں میں اس تعلیم کا مذاق اُڑاتے ہوں، وہ کبھی ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتے۔ اس لیے کہ تعلیم و تربیت کے حوالے سے یہ بات واضح ہے کہ کوئی طالبِ علمی کا دعوے دار کسی جماعت میں ظاہری طور پر داخل ہو جائے اور پھر اس تعلیم کا مذاق اڑائے تو وہ استاد کی تعلیمات سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ایسے شخص کا فائدہ نہ اٹھا سکنا کتاب کی سچی تعلیمات، اس کو پڑھانے والے استاذ کی لیاقت اور اس سے فائدہ اٹھانے والے طلبا کی صلاحیت میں شک وشبہ کا سبب نہیں ہوسکتا۔ ان آیات میں کتابِ مقدس اور ایمان والوں سے متعلق منافقین کے ایسے ہی منفی طرزِ فکر وعمل کا ذکر ہے اور ان کی منافقت کے کئی پہلو واضح کیے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا : نبی اکرمؐ نے کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات کی اساس پر مدینہ منورہ میں موجود قبائل کے مابین مواخات اور غیر مسلموں سے معاہدات کی صورت میں ''میثاقِ مدینہ'' کیا۔ اس طرح ان قبائل نے آپؐ کی حکومت اور ریاست تسلیم کی۔ اس موقع پر عبداللہ بن اُبَی جیسے حکمرانی کے خواہش مند لوگوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ وہ حضورؐ سے حسد، بغض اور عداوت رکھنے لگے۔ غزوۂ بدر کے بعد اس حکومت کی سیاسی قوت اور عسکری طاقت پورے عرب میں ظاہر ہوگئی تو مدینہ میں حکمرانی کے خواہش مند ان لوگوں نے بھی اس موقع پر ظاہری طور پر اسلام قبول کیا، تا کہ حضورؐ کی حکومت کے خلاف مکر وفریب اور دھوکا دہی کے ذریعے سے سازشیں کریں اور کسی طرح بعض سادہ لوح لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے اپنی حکمرانی کے لیے راستہ ہموار کرسکیں۔ اُن کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اس آیت میں بیان کر دیا گیا کہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہاں نہیں آئے۔ اس آیت میں واضح کیا گیا کہ قرآن حکیم کی تعلیمات سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ دل سے اس پر ایمان لائے اور اس پر عمل کرنے کا عزم کرے۔ محض زبانی اقرار کافی نہیں ہے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ : یہ لوگ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکا دینے کے لیے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کا مسلمانوں میں داخل ہونے کا مقصد اپنی خواہش پرستی پر مبنی رجعت پسندانہ پروگرام کو پورا کرنا اور دین کے انقلاب کا راستہ روکنا ہے۔ ایمان والوں کی طرح کلمہ اور نماز پڑھنے، ظاہری اعمال بجالانے سے ان کا مقصد صرف دھوکا دینا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو دھوکا دے سکتے ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اپنے اس گمان کے بارے میں دھوکے کا شکار ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی منافقت کا پول کھول دیا ہے اور مسلمانوں نے اپنے دینی پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے پر ثابت قدمی ظاہر کی ہے۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ : وہ دراصل اللہ اور ایمان والوں کو دھوکا نہیں دے رہے، بلکہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور پھر اس کا شعور بھی نہیں رکھتے۔ ایک آدمی نے غلط کام کیا ہو، پھر صحیح تعلیم کی روشنی میں اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو سیدھے راستے کی توفیق ہوسکتی ہے، لیکن غلط کام کرنے کے باوجود اُس کے نتائج کی خرابی اور اپنی بدعملی کا شعور نہ رکھتا ہو تو ایسا آدمی دراصل خود دھوکا کھا رہا ہوتا ہے۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ : اصل بات یہ ہے کہ ان کے دلوں میں پہلے سے جاہ پرستی اور سرمایہ پرستی کا مرض ہے۔ حضورؐ کی مدینہ آمد سے پہلے یہ لوگ اپنے ذاتی مفادات اور اغراض کے لیے سیاسی حکمرانی اور مال اکٹھا کرنے کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور انسانی اجتماعیت کی کوئی سوچ نہیں رکھتے تھے۔ صرف ذاتی اغراض کے بندے تھے۔ پھر جب مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت کو دیکھ کر بہ ظاہر مسلمان ہوئے اور سچے مسلمانوں کو اپنے پروگرام سے ہٹانے کے لیے سازشیں اور مکر وفریب سے کام لیا تو مسلمانوں کو اللہ نے صحیح حقیقت بیان کر دی۔ انھوں نے ان کی ایسی کوششوں کو ناکام کر دیا۔ اس وجہ سے ان کے دلوں کا مرض مزید بڑھ گیا۔ ان کی تشنۂ تکمیل خواہشات بکھر کر رہ گئیں۔ وہ مسلمانوں کے سامنے ذلیل ہو کر رہ گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مرض کی حالت میں مزید اضافہ کر دیا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ : چوں کہ انھوں نے اللہ اور مسلمانوں سے جھوٹ بولا، اپنی منافقت کو چھپایا، دلوں کے امراض انتہا کو پہنچ گئے تو اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی حکومت میں بھی ذلت کے عذاب میں مبتلا ہو کر رہ گئے اور آخرت میں اس سے بھی بڑھ کر دردناک عذاب کے سوا کچھ نہیں رہ گیا۔ وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ ہم مدینہ کے اعلیٰ حکمران طبقات میں سے ہیں، اس لیے حکمرانی ہمیں ملنی چاہیے۔ لیکن اپنی اس دھوکا دہی، مکر وفریب اور منافقت کے سبب ذلت اور رُسوائی کے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

www.rahimia.org

## درسِ حدیث

از مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

# دینی اور سیاسی شعور کی ضرورت

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍؓ، قَالَ: اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَتَمَثَّلُ فِی صُوْرَۃِ الرَّجُلِ فَیأتِی الْقَوْمَ فَیُحَدِّثُھُمْ بِالْحَدِیْثِ مِنَ الْکَذِبِ. فَیَتَفَرَّقُوْنَ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْھُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْھَهُ وَلَا أَدْرِیْ مَا اِسْمُهُ یُحَدِّثُ. (مقدمہ مسلم،17)

(حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: شیطان ایک اچھے انسان کی صورت میں لوگوں کے سامنے آتا ہے اور ان کے سامنے جھوٹ کی کچھ باتیں بیان کرتا ہے۔ پھر یہ لوگ اِدھر اُدھر پھیل جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی کہتا پھرتا ہے کہ میں نے ایک آدمی سے یہ باتیں سنی ہیں۔ اس کا نام تو نہیں جانتا، مگر اس کی صورت پہچانتا ہوں۔)

اس روایت کی روشنی میں انسان کو چاہیے کہ کسی بھی بات اور نظریے کو قبول کرنے سے پہلے اچھی طرح پرکھ لے۔ انسان کو اس بات کا شعور ہونا چاہیے کہ وہ دینی فکر اور قومی سوچ کے حوالے سے جس بات کو مان کر عملاً اختیار کر رہا ہے، کیا وہ درست ہے؟ ہر اچھی بات کہنے اور اچھا نعرہ لگانے والے کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلنا دانائی نہیں ہے۔ انسانی معاشروں میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ چالاک لوگ اپنا اچھا تعارف اور پہچان بنا لیتے ہیں، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو متوجہ اور لُبھانے والی دل پسند اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ لوگ متأثر ہو کر ان کی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں اور اس بات کا شعوری طور پر جائزہ نہیں لیتے کہ ان کی دینی اساس اور عصری اہمیت کیا ہے؟ قومی وژن، خدمات اور دین سے مخلصانہ تعلق کیا ہے؟ اس غلطی کی وَجہ سے لوگ دینی اور قومی حوالے سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ نیز انسان کو اس بات کا بہ خوبی جائزہ لینا چاہیے کہ اچھی بات کہنے والا خود اس پر عمل کرنے کے لحاظ سے کیسا ریکارڈ رکھتا ہے؟ اس کی بات حالات و واقعات، قومی ضرورتوں اور عصری تقاضوں سے کتنی ہم آہنگ ہے۔

ہماری قومی زندگی میں فریب کاری کے کئی واقعات رونما ہوئے۔ کبھی یہاں محض جذباتی مذہبی نعروں کی بنیاد پر بڑی بڑی تحریکیں کھڑی کی گئیں، لیکن بعد میں پتا چلا کہ اس کے پیچھے CIA تھی۔ متعدد بار سامراج نے ایسی تحریکوں کا فائدہ اُٹھایا۔ قومی نظام کی تشکیل کے حوالے سے آئے دن بہت سی جماعتیں نئے چہروں اور نعروں کے ساتھ اچانک سامنے آجاتی ہیں۔ ان کا کوئی قابل تقلید ماضی اور تاریخ نہیں ہوتی، لیکن لوگ بے سوچے سمجھے ان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد پتا چلتا ہے کہ یہ جماعت قومی مسائل کے حل کے حوالے سے مثبت اور تعمیری کردار پیش کرنے سے قاصر رہی۔ اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ہماری قوم نے آج تک دینی اور سیاسی شعور کے ساتھ مذہبی اور سیاسی لیڈرشپ کو اختیار کرنے اور ماننے کا صحیح دینی طریقہ کار نہیں اپنایا۔

یہ روایت ہماری مذکورہ کوتاہیوں اور غلطیوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ اور یہ ایسی بنیادی رہنمائی ہے جو ہماری دینی اور قومی زندگی کے حوالے سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔



مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

# حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فقاہت اور سماجی کردار

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیدائشی مسلمان تھیں۔ بے حد ذہین اور حاضر جواب تھیں۔ شوال ۱۰ نبوی میں ان کا حضور اکرمؐ سے نکاح ہوا۔ آپؓ نے حضورؐ سے احکام و مسائل، اَخلاق اور سیرتِ نبویؐ سے متعلق 2210 احادیث روایت کی ہیں۔ بہ قول حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ: ''سوشل اصلاحات عورتوں کے ذریعے ہی ہو سکتی ہیں۔'' اس سلسلے میں ازواجِ مطہراتؓ کا کردار نہایت اہم رہا ہے۔

حضرت عائشہؓ علم و دانائی اور ذاتی محاسن و کمالات کے اعتبار سے منفرد مقام رکھتی تھیں۔ زبردست عالمہ فاضلہ فصیحہ اور فقیہہ تھیں۔ آں حضرتؐ کے علومِ نبوت سے انھیں بڑا وافر حصہ نصیب ہوا تھا۔ آپؐ سے احادیث کی روایت کرتی ہیں۔ شعر و ادب کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتی تھیں۔ نامور شعرائے عرب کے کلام پر ان کی پوری نظر تھی اور اشعار ادبیات کی ایک بڑی تعداد ان کے حافظے میں تھی۔ ان سے احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی ایک بہت بڑی جماعت ہے۔ آپؓ قبائل کے نسب سے متعلق علم الانساب، خوابوں کی تعبیر، قرآن حکیم کے مطالب کا درست فہم و ادراک اور معاملہ فہمی ایسی بہترین صفات و صلاحیات کی مالک تھیں۔ ساری زندگی منصبِ افتا وارشاد پر فائز رہیں۔ بڑے بڑے اہل علم بھی آپؓ سے مشکل مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ حضورؐ کی خدمت میں آنے والے عرب وفود کو جو ہدایات آپؐ دیتے، انھیں آپؓ یاد کر لیتیں۔ مختلف امراض کا علاج جانتی تھیں۔ خاص طور پر آپؐ کی عمر کے آخر میں بیماری پر اطبائے عرب نے جو علاج تجویز کیے، سیّدہؓ نے وہ سب محفوظ کر لیے۔

دینی و سماجی علوم و احکام کی تو آپؓ بے حد شوقین تھیں۔ حضورؐ کا ہر خطبہ و بیان خوب غور سے سنتیں اور اس وقت اپنے گھریلو کام کاج چھوڑ دیتیں۔ خود بھی حضورؐ سے سوالات کرتیں اور دیگر لوگوں کے سوالات کے علم و حکمت پر مبنی جوابات اپنے حافظے میں محفوظ کرتیں۔ آپؓ نے مسجدِ نبویؐ کی علمی، اجتماعی و تربیتی سرگرمیوں کو محفوظ کیا۔ آپؓ نے دین حق کے مرکز کے قرب میں رہتے ہوئے ایک ذمہ دار فرد کی حیثیت سے علمی جمع و تدوین کی ضرورت پوری کی اور مستقبل میں اس سے یقینی استفادہ کی راہ بنائی۔

حضرت عائشہؓ بلند اَخلاق سے متصف تھیں۔ انتہائی فیاض، غریب پرور، مہمان نواز اور غلام آزاد کرنے والی انسان دوست خاتون تھیں۔ کثرت سے روزہ رکھنے والوں میں سے تھیں۔ کئی غزوات اور اسفار میں حضورؐ کے ساتھ رہی ہیں۔ غزوۂ اُحد میں ہنگامی حالات میں مشک اٹھائے زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی میں مصروف رہیں۔ عطا بن ابی الرباحؒ فرماتے ہیں کہ: ''آپؓ سب سے زیادہ فقیہ، مسائل کی ماہر اور صائب الرائے تھیں۔''

۱۷ رمضان ۵۸ھ منگل کی شب بعُمر 63 سال مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ وصیت کے مطابق رات کو ہی جنت البقیع میں دفن کیا گیا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس وقت حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے مروان بن الحکم مدینہ کے گورنر تھے۔

www.rahimia.org

# شذرات

## کیا جنوبی پنجاب میں نیا صوبہ عوام کے مقدر کو بدل دے گا؟

پاکستان میں نئے صوبوں کی تشکیل کی بحث گزشتہ کئی سالوں سے موجود ہے۔ جیسے سندھ میں ایم کیو ایم کراچی اور شہری علاقوں کو الگ صوبہ بنانے کا پلان رکھتی تھی۔ ایسے ہی بلوچستان میں پشتون علاقوں کے لیے بھی باقاعدہ الگ سے نئے صوبے کا مطالبہ سامنے آتا رہا ہے۔ اسی طرح ہزارہ صوبے کی تشکیل کے لیے بھی زوردار آواز اٹھائی گئی، جس پر باقاعدہ تحریکیں بھی چلتی رہی ہیں۔ ادھر پنجاب میں بھی نئے صوبوں؛ سرائیکی صوبہ، جنوبی پنجاب اور بہاول پور صوبے کی بحث موجود ہے۔ آج کی جدید دنیا میں کسی بھی ملک میں نئے انتظامی یونٹس کے طور پر صوبوں کی تشکیل کوئی معیوب امر نہیں سمجھا جاتا، لیکن لسانی تشخص کی آڑ میں صوبوں کی تحریکات اشرافیہ کے اُس طبقے کی صدائے ہوس ہے جو حکمران مقتدرہ کے باہمی مقابلوں میں مسلسل پیچھے رہ جاتا ہے۔ جب نئے صوبوں کی تشکیل و اِحیا لسانی بنیادوں پر ہو اور اس پر باقاعدہ نفرت کی سیاست کو پروان چڑھایا جائے، سیاسی جماعتیں اسے ایشو کے طور پر اور علاقائی سیاست دان ووٹ بینک بڑھانے کے لیے عوام کے جذبات سے کھیلیں تو اسے سیاست میں ایک صحت مند روایت کے طور پر نہیں دیکھا جاسکتا۔ جیسا کہ آج کل جنوبی پنجاب کو الگ صوبہ بنانے کی بات بالخصوص شہ سرخیوں میں ہے اور حالیہ الیکشن میں اسے ایک ہاٹ ایشو کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اس کے لیے پہلے 'جنوبی پنجاب صوبہ محاذ' کے نام سے سیاست دانوں کا ایک جتھا سامنے آیا اور اب وہ تحریکِ انصاف کے ساتھ الحاق کر چکا ہے۔

جنوبی پنجاب کو صوبہ بنانے والے' علاقے کے یہ وہ بااثر جاگیردار ہیں، جو عرصے سے سابقہ حکومتوں کا حصہ رہے ہیں اور یہ جدی پشتی اسی علاقے کے زمین دار، وڈیرے اور سیاست کے کھیل کے پُرانے کھلاڑی ہیں۔ آج یہ نئے صوبے کے جواز کے لیے اہل علاقہ کی محرومیوں کو بہت درد بھرے لہجے میں بیان کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ انھوں نے اس وقت علاقے کی محرومیوں کو دور کیوں نہ کیا جب یہ خود اقتدار میں بیٹھے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس علاقے کے کمزور طبقات کا استحصال کون کرتا ہے؟ وہ اسی علاقے کے وڈیرے ہیں یا کوئی باہر سے آتا ہے؟ جس تختِ لاہور کے باغی کہلانے میں یہ سیاست دان آج فخر محسوس کرتے ہیں، یہ سب لوگ گزشتہ کتنے سالوں سے اسی تخت کے پائے سے چمٹے رہے ہیں۔ کیا نیا صوبہ بننے سے غریبوں کا استحصال ختم ہو جائے گا یا ایک مخصوص طبقہ ایک خاص علاقے میں طاقت ور ہو کر اپنی شوگر ملوں کا تحفظ کرے گا؟

پنجاب میں ووٹ بینک رکھنے والی تین بڑی سیاسی جماعتیں؛ پاکستان مسلم لیگ ن، پاکستان تحریکِ انصاف اور پاکستان پیپلز پارٹی تسلیم کرتی ہیں کہ صوبے کی آبادی اور وسائل کی مناسب تقسیم کے لیے جنوبی پنجاب کو الگ صوبہ بنائے جانے کی ضرورت ہے۔ گویا صوبہ بنانے کے ایشو پر تمام بڑی پارٹیاں متفق ہیں تو الیکشن کے موقع پر اس پر الگ سے محاذ بنانا اور اسے ایشو کے طور پر اٹھانا عوام سے ووٹ ہتھیانے کے سوا کچھ نہیں۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ جب تک سرمایہ داری نظام میں موجود ہے، اس وقت تک محض کسی نئے صوبے کا قیام عوام کے حالات میں بہتری پیدا نہ کر سکے گا۔

## باادب، باملاحظہ، ہوشیار باش! منتخب لیڈر تشریف لاتے ہیں!

آج کل نئے انتخابات کی صورت میں نئے منتخب لیڈران کی آمد آمد کا شور ہے۔ ہمارے ہاں جس طرح ہر الیکشن پر ''شفاف، شفاف'' اور ''منصفانہ ووٹنگ'' کی دُہائی دے کر الیکشن کے خوف ناک پہلوؤں سے توجہ ہٹائی جاتی ہے، وہ باقاعدہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت ہوتا ہے، تاکہ اس شور میں اصل حقائق کو عوام کی نگاہ سے اوجھل رکھا جاسکے۔ دولت اور سرمائے کی چھتری تلے اس کھیل کے تمام کھلاڑی بہ شمول عبوری حکومت، عدلیہ، بیوروکریسی اور الیکشن کمیشن جاری استحصالی سرمایہ دارانہ نظام کے محافظ ہوتے ہیں۔ وہ اس ظالمانہ نظام پر آنچ نہ آنے دینے کا حلف لے چکے ہوتے ہیں۔ ایسے میں اس عمل سے کسی قسم کی اچھی اُمید وابستہ کرنا کسی دیوانے کے خواب سے زیادہ نہیں ہے۔

اگر ان انتخابات کے صرف ایک پہلو یعنی امیدواروں کے اثاثہ جات کے ظاہر کرنے کے عمل ہی کا جائزہ لے لیں تو اس عمل کا بوداپن کھل کر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ امیدواروں کے تنخواہ دار قانون دانوں نے بڑی مغزماری کر کے ان کے اصل اثاثوں کو چھپا کر ان کا عشرِعشیر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا ہوگا، لیکن اس نظام کے خوف ناک چہرے کو سمجھنے کے لیے یہ مضحکہ خیز عمل ہی کافی ہے، جیسے سابق صدر کی قانونی ٹیم نے اپنی فیس حلال کرنے کے لیے سندھ بینک لاڑکانہ برانچ میں ان کے جمع شدہ مبلغ ایک ہزار روپے کی رقم کو بھی اثاثوں میں ظاہر کیا ہے۔ اور انھی قانونی بقراطوں نے کمال مہارت سے اپنے قارونوں کے خزانوں کی موجودہ قیمت بتانے کے بجائے کئی سال پُرانی ان کی کم ترین سرکاری قیمتِ خرید بتا کر قوم کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ جس میں سابق صدر کا کراچی ڈی ایچ اے میں دو ہزار گز کا لگژری بنگلہ صرف 8 لاکھ 50 ہزار میں بتایا گیا ہے اور بیٹے نے کلفٹن میں بلاول ہاؤس کو صرف 30 لاکھ کا ظاہر کیا ہے۔ ایسے ہی سابقہ نااہل وزیراعظم نے رائے ونڈ اسٹیٹ میں اپنی ملکیت کے مجموعی کل رقبے 25000 کنال یعنی 125 مربعوں کا ریٹ 40 لاکھ روپے ظاہر کیا ہے۔ یقیناً مسلم لیگ (ن) کے ماہر پٹواری اس ریٹ کے حساب سے کنال 160 روپے اور مرلہ 8 روپے ریٹ کی تصدیق کریں گے۔ انقلاب اور تبدیلی کے قافلے کے ھدی خواں نے بنی گالہ کے 300 کنال 5 مرلے کے محل کی زمین کو بہ طورِ تحفہ ظاہر کر کے اس کی مالیت ہی ظاہر نہیں کی۔

دنیا بھر میں زمین دار گھرانے زمین داری سے صنعت کی طرف آئے ہیں اور ہمارے ہاں وہ خاندان جن کا کبھی زرعی پس منظر ہی نہیں رہا، انھوں نے کالے دھن کو سفید کرنے کے لیے ایسے علاقوں میں جہاں کبھی ان کے خاندان کے کسی بزرگ کا قدم بھی نہیں پڑا، ہزاروں ایکڑ زمین خرید کر لوٹ مار اور کرپشن کے پیسے کو ہضم کر لیا اور ڈکار تک نہ لی۔ اور ایک سابق صدر کی دوبئی میں ہزاروں ایکڑ زمین سے تو یوں لگتا ہے کہ موصوف کے آباؤ اجداد دوبئی میں کھیتی باڑی کے پیشے سے وابستہ تھے۔ وہاں سے زمینوں کے کلیم (Claim) کے ساتھ قیامِ پاکستان کے وقت اس مقدس سرزمین کو سدھارے تھے۔

(بقیہ صفحہ 11 پر)



www.rahimia.org

# عالَمِ حشر کے کچھ واقعات کا تذکرہ

1

مترجم: مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه'' میں اصول بیان فرماتے ہیں:

(1) ''جاننا چاہیے کہ (عالم بالا میں) انسانی روحوں کے حاضر ہونے کا ایک مقام ہے، جس کی طرف روحیں کچھ اس طرح کھنچتی ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف کھنچتا ہے۔ یہ مقام ''حظیرۃ القدس'' ہے۔ یہ ایک جگہ ہے کہ جہاں انسانی روحیں بدنوں سے جدا ہو کر اُس روحِ اعظم کے پاس جمع ہوتی ہیں، جس کے اوصاف بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اُس کے بہت سے چہرے، بہت سی زبانیں اور بہت سی بولیاں ہیں۔'' (دُرِّ منثور، ج4، ص200) یہ روحِ اعظم درحقیقت ''عالمِ مثال'' یا ''لوحِ محفوظ'' — تم جو لفظ بھی استعمال کرنا چاہو — میں نوعِ انسانی کی صورت کی ایک شبیہ ہے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں پہنچ کر ہر فرد کے اپنے مخصوص اور ایک دوسرے سے ممتاز احکامات فنا ہو جاتے ہیں اور نفسِ انسانی کے نوعی تقاضوں سے پیدا ہونے والے احکامات باقی رہتے ہیں۔ یا ایسے احکامات جن پر نوعی تقاضے غالب ہوتے ہیں۔

اس بات کی تفصیل یہ ہے کہ انسانی افراد کے کچھ احکامات ایسے ہیں جن کی وَجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں۔ کچھ احکامات ایسے ہیں جن میں سب انسان مجموعی طور پر شریک ہوتے ہیں۔ ایسے احکامات تمام افراد پر یکساں طور پر لاگو ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ انسان کی نوعی خصوصیات کی طرف سے آنے والے احکامات ہوتے ہیں۔ اسی کی طرف حضور اقدسؐ کے اس قول میں اشارہ کیا گیا ہے کہ:

''ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جاتا ہے۔... الخ'' (بخاری، حدیث نمبر 1388)

(یاد رہے کہ) ہر نوع کے مخصوص احکام دو طرح کے ہوتے ہیں:

(1) ایک ظاہری احکامات ہیں۔ مثلاً جسمانی ساخت یعنی رنگ، شکل اور مقدار، اور مثلاً آواز کہ ہر موجود فرد ایسی شکل وصورت اور آواز کا مالک ہوتا ہے جو اُس کے نوعی تقاضے کی وَجہ سے اُس میں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ ظاہری شکل وصورت ہر اُس شخص میں یقیناً موجود ہوتی ہے، جس کی جسمانی ساخت میں کوئی نقص اور خرابی نہ ہو۔ مثلاً انسان (اپنے نوعی تقاضے سے) سیدھا کھڑا ہوتا ہے، بولتا ہے، اس کے جسم کی کھال نظر آتی ہے، جب کہ گھوڑا (اپنے نوعی تقاضے سے) جھکا ہوا ہوتا ہے، ہنہناتا ہے، اپنے جسم پر بہت زیادہ بال رکھتا ہے وغیرہ۔ یہ ایسی ظاہری شکل وصورت ہے کہ اُن کے نوعی مزاج کے صحیح سالم ہونے پر اس نوع کا کوئی فرد بھی ان ظاہری خصوصیات کے دائرے سے باہر نہیں ہوتا۔

(2) دوسرے (ہر نوع کے) باطنی احکامات ہوتے ہیں۔ مثلاً اُن کے علم وادراک کی صلاحیت، اپنے معاش کے حصول کی طرف رہنمائی، پیش آنے والے واقعات کے مقابلے کی استعداد اور صلاحیت وغیرہ۔ اس طرح ہر نوع کی ایک خاص شریعت اور طریقۂ کار ہوتا ہے۔ کیا تم نے شہد کی مکھی کو نہیں دیکھا کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اس کو الہام کیا کہ وہ پودوں اور پھولوں پر بیٹھے، اُن سے رَس چوسے، پھر وہ کیسے شہد کا چھتہ بنائے، جہاں وہ اپنی نسل کی دیگر مکھیوں کو جمع کرے۔ پھر کیسے چھتہ میں شہد جمع کرے۔

اسی طرح چڑیوں کو اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ اُن کے نر میں اپنی مادہ کی رغبت پیدا ہو، پھر دونوں مل کر گھونسلا بنائیں، پھر دونوں انڈوں پر بیٹھیں، پھر اُن سے پیدا ہونے والے چوزوں کو غذا کھلائیں۔ جب اُن کے بچے اُٹھنے کے قابل ہو جائیں تو اُنھیں سکھائیں کہ پانی کہاں ہے اور دانے کہاں ہیں۔ انھیں یہ بتلائیں کہ اُن کا دشمن کون ہے اور ان کا خیرخواہ کون ہے۔ انھیں سمجھائیں کہ کیسے شکاری اور بلی سے بھاگنا ہے اور نفع اٹھانے یا نقصان کو روکنے کے لیے کیسے دوسری چڑیوں سے مقابلہ کرنا ہے۔

کیا تم کسی سلیم الطبع انسان کے بارے میں یہ گمان رکھ سکتے ہو کہ وہ ان احکامات کے بارے میں یہ کہے کہ یہ اُن کی نوعی صورت کے تقاضے سے نہیں ہو رہے؟

جاننا چاہیے کہ کسی نوع کے افراد کی کامیابی یہ ہے کہ اُن میں اُس نوع کے (ظاہری اور باطنی) احکامات کامل صورت اور وافر مقدار میں پائے جاتے ہوں۔ اور یہ کہ اُن کی جسمانی ساخت اُن نوعی احکامات کی خلاف ورزی نہ کرے۔ یہی وَجہ ہے کہ مختلف انواع کے افراد ان احکامات کے حوالے سے اپنی نیک بختی یا بدبختی کے حوالے سے مختلف حالات و کیفیات رکھتے ہیں۔ جب کسی نوع کے افراد اپنے نوعی تقاضے کے احکامات کے مطابق ہوتے ہیں تو اُن کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی، لیکن کبھی کچھ عارضی اسباب کی وَجہ سے اُن کی فطرت میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ ایسے ہی جیسا کہ جسم پر کسی مرض کی وَجہ سے ورم آ جاتا ہے۔ اسی کی طرف حضورؐ کے قول (کے دوسرے حصے) میں اشارہ کیا گیا ہے کہ:

''... پھر ان کے والدین ان کو یہودی بنا دیں، یا ان کو نصرانی بنا دیں یا مجوسی بنا دیں۔''

(2) جاننا چاہیے کہ (بصیرت و ہمت کی حامل) انسانی روحیں حظیرۃ القدس کی طرف اپنی شعوری بصیرت اور پوری ہمت کے ساتھ کھنچتی چلی جاتی ہیں، جب کہ (بے بصیرت اور پست ہمت) انسانی روحیں حظیرۃ القدس کے انعامات پر مبنی آثار یا تکلیف دہ نتائج کی طرف کھنچتی ہیں۔ جہاں تک شعوری بصیرت اور پوری ہمت کے ساتھ حظیرۃ القدس کی طرف جذب ہونے کا معاملہ ہے تو کوئی ایسا انسان نہیں کہ جب وہ اپنی بہیمیت کی آلائش سے پاک ہو کر ہلکا ہو جاتا ہے تو ضرور اُس کی روح حظیرۃ القدس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور اُس پر وہاں کے کچھ حالات منکشف ہونے لگتے ہیں۔ اسی کی طرف نبی اکرمؐ کے اس قول میں اشارہ کیا گیا ہے کہ: ''آدمؑ اور موسیٰؑ اپنے ربّ کے پاس جمع ہو چکے ہیں۔'' (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، حدیث نمبر 81) اسی طرح نبی اکرمؐ سے بہت سی اسانید سے یہ روایت ہے کہ: ''نیک لوگوں کی روحیں روحِ اعظم کے پاس جمع ہو جاتی ہیں۔''

جہاں تک حظیرۃ القدس کے (اچھے) آثار اور (بُرے) نتائج کی طرف (دوسرے درجے کی) روحوں کا کھنچنا ہے تو جاننا چاہیے کہ انسانی جسموں کا عالَمِ حشر میں جمع ہونا اور ان میں روحوں کا دوبارہ واپس لوٹنا بالکل نئی زندگی نہیں ہے۔ یہ (دنیا کی) پہلی زندگی کا تتمہ ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے (کچھ لوگوں کو) زیادہ کھانے سے بدہضمی ہو جاتی ہے (اور پیٹ جاری ہوتا ہے، جو گزشتہ کھائی ہوئی غذا کے نتائج ہیں۔ بالکل ایسے ہی آخرت میں انسانوں کے اچھے یا بُرے اعمال کے نتائج دراصل دنیا کی زندگی کا تتمہ ہیں۔)

(حشر کی) اس زندگی کو نئی زندگی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اگر یہ نئی زندگی ہوتی تو یہ لوگ (دنیا کے) پہلے والے لوگوں سے بالکل الگ مخلوق ہوتے۔ پھر ان کے افعال پر جزا و سزا بھی نہیں ہونی چاہیے تھی۔'' (باب ذکر شیء من اسرار الوقائع الحشریة) (جاری ہے۔۔۔)

تاریخ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

# مسلمان حکمرانوں کے عادلانہ اُصولِ سیاست

سلطان ظہیرالدین بابرؒ نے اپنے ولی عہد ہمایوں کے نام ایک تاریخی، معنی خیز اور نہایت اہم وصیت لکھی، جو فارسی زبان میں بیگم ریاست بھوپال کے کتب خانے میں محفوظ ہے، جس کو پرنس آف ویلز شہزادۂ انگلستان نے نومبر 1921ء تا مارچ 1922ء اپنی ہندوستان کی سیاحت کے دوران ملاحظہ کیا۔ یہ وصیت نامہ مسلمان سلاطینِ ہند کے رواداری اور عدل وانصاف پر سیاست کو واضح کرتی ہے۔

شہنشاہ محمد ظہیرالدین بابر نے اپنے بیٹے محمد ہمایوں نصیرالدین کو ایک خفیہ وصیت میں یہ الفاظ تحریر فرمائے:

''اے پسر! سلطنتِ ہندوستان مختلف مذاہب سے پُر ہے۔ الحمدللہ کہ اُس نے اس کی بادشاہت تمھیں عطا فرمائی۔ تمھیں لازم ہے کہ:

☆ تمام تعصّباتِ مذہبیہ کو لوحِ دل سے دھوڈالو۔

☆ اورعدل وانصاف کرنے میں ہر مذہب وملت کے طریقِ کار کا لحاظ رکھو۔ جس کے بغیر تم ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کرسکتے۔ اس ملک کی رعایا مراحمِ خسروانہ اور الطافِ شاہانہ ہی سے مرہون ہوتی ہے، جو قوم یا ملت حکومت کی مطیع اور فرماں بردار رہے، اس کے مندر اور مزار برباد نہ کیے جائیں۔

☆ عدل وانصاف ایسا کرو کہ رعایا' بادشاہ سے خوش رہے۔ ظلم وستم کی نسبت احسان اور لطف کی تلوار سے اسلام زیادہ ترقی پاتا ہے۔

☆ شیعہ سنی کے جھگڑوں سے چشم پوشی کرو۔ ورنہ اسلام کمزور ہوجائے گا۔

☆ جس طرح انسان کے جسم میں چار عناصر مل جل کر اتحاد واتفاق سے کام کررہے ہیں، اسی طرح مختلف المذاہب رعایا کو ملا جلا رکھو۔ اور ان میں اتحادِ عمل پیدا کرو، تاکہ جسمِ سلطنت مختلف امراض سے محفوظ ومامون رہے۔

☆ سرگزشتِ تیمور کو جو اتفاق واتحاد کا مالک تھا، اپنی نظر کے سامنے رکھو، تاکہ نظم ونسق کے معاملات میں پورا پورا تجربہ ہو۔'' (روداد برصغیر، از شمس القمر قاسمی، ص4)

افسوس کہ اس وصیت نامے سے انگریزوں نے استفادہ کرکے اس کے مطابق (اپنے ملکوں میں) سیاسی پالیسی بنالی۔ ہندوستان میں اس کے برعکس ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' (Divide and Rule) کی فرعونی سیاست کو رواج دے کر غلام بنائے رکھا اور اب تک تیسری دنیا کے ممالک میں ایسی پالیسی جاری ہے۔ آج مقتدر طبقے اس وصیت پر عمل کریں تو ملک میں نفرت وانتشار ختم ہوسکتا ہے۔

مسلمانوں کا دورِ خلافتِ راشدہ ہو یا خلافتِ بنواُمیہ اور خلافتِ بنوعباس ہو، یا خلافتِ آلِ عثمان یا ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کا آٹھ سو سالہ دور ہو، سب میں یہ اصولِ سیاست کارفرما ہے۔

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

# 1879ء کا مصر اور آج کا پاکستان

تاریخ اس سبق سے بھری پڑی ہے کہ قرضے لے کر بڑے بڑے ترقیاتی منصوبے بالآخر جنگ اور غلامی پر منتج ہوتے ہیں۔ ایسے ہی مصر کے والی خدیو اسماعیل پاشا جو 1863ء تا 1879ء اس عہدے پر فائز رہا، ایک بہترین اور قابلِ عبرت مثال ہے۔ اُس دور میں حکمران اپنے ملک کی دولت لوٹ کر بیرون ملک نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس لیے اس قسم کی بدنیتی اور سکیم کا امکان بہرحال ممکن نہیں تھا۔ یوں ناقص منصوبہ بندی اور غلط ترجیحات دراصل ملک کا بیڑہ غرق کرنے کے لیے کافی تھیں۔ اسماعیل پاشا نے اعلیٰ تعلیم پیرس سے حاصل کی اور وہ یورپ کی ترقی سے بہت متأثر تھا۔ اسی وجہ سے انھیں اپنا افریقی ہونا پسند نہیں تھا۔ چناں چہ اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ مصر دراصل یورپ کا حصہ ہے۔ یورپ سے محبت کے نتیجے میں اسماعیل پاشا نے چند بنیادی اقدامات کیے، جن میں جدید پوسٹ آفس، شوگر کی صنعت کا قیام، یورپی طرز میں ہاؤسنگ کی تعمیر، دنیا میں اپنے دور کا سب بڑا ریلوے نظام، تعلیم کے سالانہ بجٹ میں دس گنا اضافہ، یورپی یونیورسٹیوں کے ساتھ طالبِ علموں کے تبادلے کے پروگرام، نیشنل لائبریری کا قیام اور سب سے بڑھ کر مصر کے سرکردہ عمائدین کی اسمبلی کا قیام عمل میں لایا گیا، تاکہ اہم قومی امور پر مشاورت کی جاسکے۔

یہ وہی دور ہے جب نہر سویز کا منصوبہ مکمل ہوا۔ گو کہ اس منصوبے کا آغاز اسماعیل پاشا کے اقتدار میں آنے سے پہلے ہی ہوچکا تھا، لیکن اسماعیل پاشا نے بعدازاں اس کی تعمیر کے لیے خوب قرض لیا جو سویز کنال کمپنی کے حصص بیچنے کی صورت میں بنا اور نہر کے افتتاح تک جب بھی ضرورت پڑی تو بینکوں سے مزید قرض لیے گئے۔ الغرض! مندرجہ بالا منصوبوں کی تکمیل کے لیے وسائل کی فراہمی کو ممکن بنانے کی خاطر صرف قرضوں پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ہمسایہ ملک ایتھوپیا پر فوج کشی کی گئی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس ناکامی کی قیمت مزید قرض لے کر اُتاری گئی۔ الغرض! وہ مصر جس پر اسماعیل پاشا کی آمد (1863ء) پر تیس لاکھ پاؤنڈ کا قرض تھا، اسی مصر پر 1879ء میں دس کروڑ پاؤنڈ قرض کی صورت میں چڑھ چکے تھے۔ ترقیات خوب ہوئیں، لیکن عام لوگوں کی حالت بدل نہ سکی۔ صرف نہر سویز کی تعمیر کے لیے جبری مشقت کی بنیاد پر پندرہ لاکھ مزدوروں سے کام لیا گیا۔ اور دس سال کے دوران قریباً 5000 مزدور لقمہ اجل بنے۔ مصر کے ادارے مضبوط نہیں ہوسکے۔ ہاں! یعقوب قطاوی نامی یہودی بینکار ضرور مضبوط ہوا۔ یہ اسماعیل پاشا کا وزیرِ خزانہ تھا اور مندرجہ بالا ہر ترقیاتی کام میں اور جنگوں کے اجرا میں اس کا کلیدی کردار تھا۔ جس عرصے کے دوران مصر پر نو کروڑ ستر لاکھ پاؤنڈ کا قرض چڑھا، اُسی مدت کے دوران یعقوب قطاوی نے ساٹھ لاکھ پاؤنڈ کی دولت سمیٹی۔

(بقیہ صفحہ 12 پر)



www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

# شام میں حالیہ سامراجی مداخلت کی ناکامی

جزیرۃ العرب میں شام ایک مضبوط اور مستحکم ملک تھا۔ ترقی کا بنیادی ڈھانچہ بڑے سلیقے سے تعمیر کیا گیا تھا۔ سڑکوں اور ریلوے کا نظام جدید خطوط پر استوار تھا۔ یہاں کی یونیورسٹیاں اور میڈیکل کے ادارے خطے کے تمام ممالک سے انتہائی ترقی یافتہ تھے۔ یہاں مسلکی اور مذہبی ہم آہنگی موجود تھی۔ اہلِ سنت کے بڑے بڑے علما پیدا ہوئے، جنھوں نے قرآن، حدیث اور فقہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ دمشق سے بنیادی اسلامی علوم کی کتب بڑے پیمانے پر شائع ہوتی تھیں۔ دمشق یونیورسٹی کا شعبہ علومِ اسلامیہ جدید اسلامی موضوعات پر کام کر رہا تھا۔ شام کے مسیحی مکمل آزادی کے ساتھ اپنی رسومات ادا کر رہے تھے۔ شام پابندیوں میں جکڑا ہوا ملک نہ تھا۔ یہاں کی خواتین زندگی کے مختلف شعبوں میں مردوں کے شانہ بہ شانہ قومی کردار میں مصروف تھیں۔

انقلاب یافتہ قومیں کسی ایک معرکے میں ناکامی کو ہمیشہ کا روگ نہیں بنالیتیں، بلکہ ایک معرکے میں ناکامی کو آئندہ کامیابی میں بدلنے کی مسلسل تگ و دو میں لگی رہتی ہیں۔

2011ء میں استعماری قوتوں نے عرب کی سرزمین پر تخریب کاری کے لیے ''عرب بہار'' نامی بدنامِ زمانہ آپریشن کا آغاز کیا۔ 14/جنوری کو تیونس کے صدر زین العابدین بن علی کی حکومت کا خاتمہ کر کے اسے ملک سے بے دخل کر دیا گیا۔ 3/فروری کو یمن کے صدر علی عبداللہ صالح پر حملہ کر کے اسے حکومت سے بے دخل کر دیا۔ بعد میں عدمِ استحکام پیدا کرنے کے لیے ملک میں ہنگاموں کا ایک طویل سلسلہ شروع کرادیا گیا۔ 11/فروری کو قاہرہ کے تحریر سکوائر کے ہنگامے کے نتیجے میں مصر کے صدر حسنی مبارک کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ 15/فروری سے لیبیا میں بدامنی پیدا کر کے لیبیا کی قومی حکومت کے صدر معمر قذافی کو انتہائی ظالمانہ طریقے سے 20/اکتوبر 2011ء کو شہید کر دیا گیا۔

گزشتہ دو دہائیوں سے روس عربستان میں جاری جنگ میں چھوٹی قوموں کی تباہی کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ عراقی صدر صدام حسین کی موت کا کھیل ساری دنیا نے دیکھا تھا، جب کہ روس کی اپنی ساکھ بھی افغانستان کی جنگ میں ناکامی کے نتیجے میں تباہ ہو چکی تھی۔ کیوں کہ اس کے پاس سامراج کے خلاف جنگ کرنے کی نہ طاقت تھی اور نہ ٹیکنالوجی تھی۔ وہ افغانستان کی جنگ کا تجربہ دوبارہ دہرانا نہیں چاہتا تھا۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار کی روشنی میں دیکھا جائے تو روس ارتفاقِ سوئم کے مرحلے پر رُک کر اپنی قومی تشکیلِ نو اور استحکام پر کام کرتا رہا۔ ایک طویل عرصے تک اس کے تحقیقاتی ادارے سوچ و بچار اور عملی کوششوں میں مصروف رہے۔ روس کی کوشش رہی ہے کہ دنیا میں جنگ کے بادل نہ پھیلیں۔ بیس ویں صدی کی دونوں بڑی جنگوں نے ماسوائے تباہی کے دنیا کو کچھ نہیں دیا تھا۔ استعماری قوتوں کی کوشش رہی ہے کہ ایشیا جنگ کی لپیٹ میں ہی رہے، لیکن روس اور اس کی اتحادی قوتوں نے حتی المقدور کوشش کی کہ جنگ ایشیا میں نہ پھیلے۔ یہی وجہ ہے کہ روس نے جو جنگی ٹیکنالوجی بھی ڈیویلپ کی، وہ دفاعی تھی۔ روس نے اپنے تحقیقاتی اداروں کی کاوش سے بالآخر ایک مؤثر دفاعی نظام S-300 دریافت کر لیا۔ جس کا مزہ امریکا 2015ء میں بحیرۂ روم سے شام پر حملہ کر کے چکھ چکا تھا۔ روسی تحقیقاتی اداروں نے اپنی جدوجہد کو یہیں روکا نہیں، بلکہ اس کے بعد بھی ان کی تحقیق کا کام جاری و ساری رہا۔ اور ان کی کاوشوں کا اگلا شاہکار ثمر S-400 تھا۔ یہ نظام ریڈار میں آئے بغیر صرف میزائلوں کو روکتا ہی نہیں، بلکہ جہاں سے میزائل چلتے ہیں، ان مراکز میں اتنی شدت سے تباہی پھیلاتا ہے، جس کا وہ مراکز سوچ بھی نہیں سکتے۔

30/ستمبر 2015ء کو روسی پارلیمنٹ نے ایک درخواست کو منظور کیا، جس میں شامی صدر بشارالاسد کی حکومت کی حفاظت کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ استعماری قوتوں نے اپنی گزشتہ تمام حکمتِ عملیوں مثلاً انتفادہ، القاعدہ، النصرہ فرنٹ وغیرہ کے بعد ایک تازہ دم اور خوف و ہراس پر مبنی نئی چال ''داعش'' لانچ کی تھی۔ مالیاتی تعاون کی ذمہ داری حسبِ سابق مقامی فنانسرز کے ذمے رہی تھی۔ جب کہ لیبیا، عراق اور شام سے نکالے گئے تیل کی ساری مالیاتی وصولیاں استعمار چرا کر لے گیا۔ 26/جنوری 2011ء کو شام کے صدر بشارالاسد کو قتل کرنے کے لیے ملک میں فسادات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کروایا گیا تھا۔ گزشتہ 8 سالوں سے جاری یہ جنگ حالیہ صدی کی طویل ترین جنگ ہے، جس میں لاکھوں افراد موت کے گھاٹ اُتار دیے گئے۔ روس کے دفاعی میزائل نظام S-300 سے قبل 2015ء تک، شام استعماری بھیڑیوں کے مقابلے میں تن تنہا سینہ تانے لڑ رہا تھا۔ یہ بھڑیئے نت نئی چالیں لے کر آتے تھے۔ کبھی شہری آبادیوں پر براہِ راست حملہ آور ہوتے اور کبھی کیمیائی مواد کا استعمال کرتے۔ جسے ان کا عالمی ادارہ انداز بدل بدل کر تحفظ دیتا رہا ہے۔ امریکا اپنی تخریب کاری کے جب مختلف ہتھکنڈے آزما چکا تو پھر آخر میں براہِ راست اقدام پر اُتر آیا۔ گزشتہ سال 7/اپریل 2017ء کو شام کے فوجی اڈے شعیرات پر براہِ راست حملہ کیا۔ جس میں امریکا نے 72 گھنٹوں کے دوران 59 ٹوماہاک (Tomahawk) کروز میزائل استعمال کیے تھے۔ یہ تمام میزائل مشرقی بحیرۂ روم میں موجود امریکی بحریہ کے جنگی جہازوں سے چلائے گئے تھے۔

7/اپریل 2018ء کو استعماری قوتوں نے حملے کا جواز پیدا کرنے کے لیے شامی بچوں پر کیمیائی مواد لگا کر اس کی تصویری جھلکیاں سوشل میڈیا کے ذریعے دنیا میں پھیلائیں، تاکہ دنیا کو تأثر دیا جاسکے کہ شام کیمیائی ہتھیاروں کی تیاری میں ملوث ہے۔ حال آں کہ شمالی کوریا جس نے بہ بانگِ دہل جدید ترین ہائیڈروجن بم بنا کر اس کا مظاہرہ بھی کیا، جب کہ وہاں امریکا خاموش تماشائی بن کر بیان بازی تک محدود رہا اور چین سے قضیہ نمٹانے کا تقاضا کرتا رہا۔

11/اپریل 2018ء کو امریکی صدر نے حملے سے قبل اپنے ایک ٹویٹ میں کہا تھا کہ: ''روس کو شام میں نیو، نائیس اور سمارٹ میزائلوں کے حملے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔'' اسی روز لبنان میں روسی سفیر نے حزب اللہ کے ٹی وی سٹیشن کو انٹرویو دیتے ہوئے روسی صدر ولادی میر پیوٹن اور روسی فوجوں کے سربراہ کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: ''اگر امریکیوں نے شام پر میزائلوں سے حملہ کیا تو نہ صرف یہ حملہ غیر مؤثر کر دیا جائے گا، بلکہ یہ میزائل جہاں سے چلے ہوں گے، وہاں پر اتنی شدت سے تباہی پھیلے گی جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔'' عالمی جنگی تجزیہ نگاروں کے مطابق پیوٹن جو کہتا ہے کر کے دکھاتا ہے۔ اس لیے روس کے بیان کو معمولی نہ سمجھا جائے۔

(بقیہ صفحہ 12 پر)

www.rahimia.org

رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

# جو کچھ رمضان المبارک میں سیکھا گیا ہے، اس کی حفاظت کی جائے

22 رجون 2018ء/ ۷ رشوال المکرّم ۱۴۳۹ھ کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں رمضان المبارک اور عیدالفطر کے بعد حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے پہلے جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! رمضان المبارک ایسا بابرکت مہینہ تھا کہ جس نے ہمارے قلوب کا تزکیہ کیا۔ ہمیں اللہ کی طرف متوجہ کیا۔ انسانیت کی ترقی کا شعور دیا۔ انسانوں کو دنیا اور آخرت میں کامیاب بنانے کا ایک واضح لائحۂ عمل اور پروگرام عنایت کیا۔ رمضان المبارک کے بعد ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم نے ان تیس دنوں میں قرآن حکیم سے جو کچھ سمجھا، روزے کی تعلیم و تربیت سے جو کچھ حاصل کیا، اس کی حفاظت کی جائے۔ محض معلومات حاصل کرلینا کافی نہیں ہے، بلکہ اُن معلومات کی اساس پر اپنی زندگی بدلنا، اپنے رویوں کو درست کرنا اس تعلیم کی ہدایات کو پیش نظر رکھنا' ضروری اور لازمی ہے۔ جن بنیادی امور کی نشان دہی قرآن حکیم نے کی ہے، اس پر سوسائٹی کو استوار کرنا، معاشرہ بنانا، اجتماعیت قائم کرنا ہم سب کی اجتماعی اور انفرادی ذمہ داری ہے۔

کسی بھی مسلمان کا اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دین کی تعلیمات؛ اللہ کے ساتھ انسانوں کو جوڑنے اور انسانوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے عدل، امن، معاشی خوش حالی، سچائی، انسانی ترقی، دین کے بنیادی اہداف ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان متفقہ تعلیمات کے مطابق ہماری سوسائٹی کیوں قائم نہیں ہے؟ ہماری اجتماعیت کیوں قائم نہیں؟ ابھی رمضان المبارک میں سچائی پر بڑی بڑی تقریریں ہوئیں تو جھوٹ پر ہمارا معاشرہ کیوں قائم ہے؟ عدل و انصاف کی حقانیت پر بڑے بڑے لیکچرز دیے گئے، لیکن عدل و مساوات پر ہمارا معاشرہ کیوں قائم نہیں؟ امن و امان کی منطقی فلاسفی ہر ایک مقرر اور مفسر نے بیان کی۔ تو امن و امان کی بنیاد پر ہمارا معاشرہ کیوں نہیں؟ یہ وہ سولات ہیں جن پر مسلمان معاشروں کو غور و فکر کرنا چاہیے۔

پاکستان میں بڑے جوش و خروش سے لوگوں نے رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ نمازیں پڑھیں۔ قرآن حکیم کی تلاوت کی اور تراویح وغیرہ میں پڑھا اور سنا ہے۔ قرآن میں جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ اور ظلم قرار دیا گیا ہے، لیکن یہی جھوٹ ہماری سوسائٹی کا حصہ بن چکا ہے۔ سچائی کے بجائے جھوٹ کو فروغ حاصل ہے۔ ووٹ لینے والا بھی جھوٹ بولتا ہے، ووٹ دینے والا بھی جھوٹ بولتا ہے۔ جمہوریت کا راگ الاپنے والا الیکشن کے موقع پر جھوٹے حلف نامے داخل کرتا ہے، جھوٹے بیانات دیتا ہے۔ اپنی آمدنی اور اثاثہ جات کے جھوٹے اعداد و شمار ملکی اداروں میں داخل کرائے جاتے ہیں۔ جھوٹے سروے قوم کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ پھر اسی جھوٹ کی بنیاد پر بجٹ بنتا ہے اور اسی جھوٹے بجٹ پر ملک کا مالیاتی نظام چلتا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ جب کہ ہم قرآن حکیم کے حاملین ہیں۔''

## منتخب قیادت کی دو لازمی صفات

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''رمضان المبارک میں تراویح میں ہم نے قرآن حکیم میں سنا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو حکمرانی کے لیے پیش کیا تو انھوں نے دو بڑی بنیادی باتیں اپنی اہلیت کے حوالے سے بیان فرمائیں: ''إنی حفيظٌ عليمٌ.'' (55:12) کہ 'مَیں تمام حکومتی اور مالیاتی ذمہ داریوں کا محافظ اور اُن سے باخبر ہوں۔''

اس تناظر میں ہم نے یہ جائزہ لینا ہے کہ کیا قوم پر مسلط ہونے والے آٹھ نو سو ممبرانِ قومی و صوبائی اسمبلی میں علیم (ملکی امور سرانجام دینے کی مہارت) اور حفیظ (قومی بیت المال کی حفاظت) کی صفات پائی جاتی ہیں؟ کیا انھوں نے دیانت داری سے اپنے اثاثے ظاہر کیے ہیں؟ انھوں نے ملک اور قوم کو پورا ٹیکس ادا کیا ہے؟ ان کا کوئی بددیانتی کا عمل تو نہیں ہے، جس کی پڑتال کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا کیوں ہے کہ ایسے نااہل لوگ جو نہ انجینئر بن سکتے ہیں، نہ ڈاکٹر، نہ پختہ کار عالم بن سکیں، جنھیں نہ قانون کی نوک پلک کا پتہ، نہ سماجی فلاسفی کا اندازہ، وہ مقنّنہ اور پارلیمنٹ کے ممبر بننے کے لیے امیدوار ہوتے ہیں۔ اور انھیں اس ظلم کے نظام میں الیکشن لڑنے کی اجازت بھی دے دی جاتی ہے۔ آپ ہی بتلایئے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کا ہم پر کیا اثر ہوا؟

قرآن حکیم ہمیں آئینہ دکھاتا ہے اور ہم آئینہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ آنکھیں موندھ لیتے ہیں۔ کیوں؟ کیا اس لیے کہ قرآن کی تعلیمات ہمارے پسندیدہ لیڈر، پسندیدہ جماعت کے خلاف ہیں؟ بلکہ ہمارا معاملہ تو یہ ہے کہ اُلٹا توڑ مروڑ کر کسی آیت اور حدیث کو اپنے لیڈر پر فٹ کردیں گے کہ قرآن میں انصاف کا ذکر ہے تو ہماری جماعت کے نام میں تو ''انصاف'' کا لفظ ہے۔ قرآن میں اسلام کا ذکر ہے تو ہماری جماعت کے نام کے ساتھ ''اسلام''، ''اسلامی'' اور ''مسلم'' لگا ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں عام لوگوں کا ذکر ہے تو ہماری پارٹی کے نام میں ''پیپلز'' (عوام) کا سابقہ ہے۔ قرآن حکیم سے ہم اپنے مطلب کی باتوں کا استدلال کریں گے، لیکن عام انسانوں کے لیے اسلام اور انصاف کے حوالے سے قرآن حکیم نے جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں، ان سے ہم اپنی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

قرآن نے کہا: ''کیا لوگ خیال کرتے ہیں صرف یہ کہنے سے کہ ''ہم ایمان لائے ہیں''، چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟'' (2:29) کیا اسلام زندہ باد کا نعرہ لگانا یا ''مسلم''، ''اسلام''، ''اسلامی'' اور ''عوام'' وغیرہ نام رکھ لینا کافی ہے؟ اُن کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ یہ معلوم نہیں کیا جائے گا کہ ان میں سے اسلام، انصاف یا عوام کے نام پر سچا کون ہے؟ نہیں! قرآن نے کہا: ''سو اللہ ضرور انھیں معلوم کرے گا جو سچے ہیں اور اُن کو بھی جو جھوٹے ہیں۔'' ان کا ضرور امتحان لیا جائے گا، تاکہ سب لوگوں کے سامنے کھل کر یہ بات آجائے۔ قرآن میں جہاں ایمان لانے والوں، انصاف قائم کرنے والوں اور عوام کے لیے کام کرنے والوں کے لیے بشارت ہے، وہیں یہ آیت بھی تو ہے کہ انھیں پرکھا جائے گا کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔''



www.rahimia.org

# بددیانت لیڈر شپ؛ عذاب کا سبب ہوتی ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''پاکستان کی گزشتہ پارلیمنٹ کے سارے انصاف پسند، اسلام پسند اور عوام پسند ممبروں کی قائمہ کمیٹی نے مل کر اسمبلی کی ممبری کے کاغذاتِ نامزدگی سے وہ حلف نامے ہی نکال دیے جس میں یہ ظاہر کرنا پڑے کہ ممبر بنتے وقت یہ ہمارے اثاثے ہیں۔ یعنی خود اپنے اوپر سے صادق اور امین والی تمام شقیں ختم کرنے کے لیے باقاعدہ قانون سازی کی گئی۔ خدا کا غضب!۔ بعد میں سپریم کورٹ نے ایک اضافی حلف نامے کے ذریعے بحال کیا۔ تو کیا ایسی پارلیمنٹ اور اس کے منتخب ممبرز عذابِ الٰہی سے بچ پائیں گے؟ اور کیا ایسے جھوٹے لیڈروں کو اپنے اوپر مسلط کرنا عذاب کا سبب نہیں ہے؟

یہودیوں کے بارے میں قرآن نے کہا: ''ان پر ذلت اور محتاجی ڈال دی گئی اور انھوں نے غضبِ الٰہی کمایا۔'' نبی اکرمؐ نے بنی اسرائیل پر غضبِ الٰہی، ذلت اور رُسوائی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''ان کے امرا اور حکمرانوں نے جب ظلم، جھوٹ، بددیانتی اور منکرات شروع کردیے تو پہلے پہلے اُن کے علما نے انھیں روکا کہ یہ 'تورات' کے خلاف ہے، یہ دین اور انسانیت کے خلاف ہے۔ لیکن جب وہ حکمران باز نہیں آئے تو وہی علما اُن حکمرانوں کے ساتھ بیٹھ کر انھیں کے ہم نوالہ ہم پیالہ بن گئے۔ اُن کے ساتھ مجلسیں لگاتے اور کھاتے پیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی اور حضرت داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام نے اُن پر لعنت بھیجی۔'' (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ، حدیث 5148) آج کے نام نہاد مذہبی رہنماؤں کا بھی یہی المیہ ہے کہ ظالم حکمرانوں کے ساتھ اُنھیں اسمبلیوں اور ان کی عیاشی کی محفلوں میں بیٹھتے ہیں۔ اُسی پارلیمنٹ لاجز میں بیٹھتے ہیں، جہاں اَخلاق خلاف ورزیاں معمول کی بات ہے۔ انھیں کے ساتھ کھاتے اور پیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں جو ظلم، جھوٹ، بددیانتی اور غلط اقدار سے نفرت تھی، آہستہ آہستہ ختم ہونا شروع ہوگئی اور انھوں نے بھی مال بنانا شروع کردیا۔ اس بات کا لالچ آگیا کہ چاہے چھوٹی سی وزارت ہی مل جائے، کسی ادارے کی چیئرمین شپ ہی مل جائے، بس مال آنا چاہیے۔

اُسی کے نتیجے میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ پوری قوم پر عذاب ہوتا ہے۔ جب اہلِ علم جانتے ہوں، لیکن عوام کو علم کا شعور نہ دیں اور غلط کاموں سے لوگوں کو نہ روکیں تو پھر عذاب آتا ہے۔ آج وہ تمام لعنتیں جو یہودیوں اور بنی اسرائیلیوں پر بدعملی کی وَجہ سے آئیں، وہی لعنتیں ہماری سوسائٹی پر مسلط ہیں۔ کیا یہ عذاب نہیں ہے کہ آج قرآن و حدیث کا علم پڑھتے ہیں، لیکن اس علم پر عمل نہیں کرتے۔ غلامی کی سیاہ رات ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آرہی۔ پہلے دوسو سال انگریزوں کی غلامی کا عذاب ہم پر رہا اور 47ء کے بعد ستر سالوں سے امریکا اور برطانیہ کی غلامی کرنے والے اُن کے کالے ایجنٹ ہم پر مسلط ہیں۔ قرآن حکیم نے دوٹوک باتیں کی ہیں، لیکن ہم نے رمضان میں ایک کان سے سنیں دوسرے کان سے نکال دیں، جس کا نتیجہ ہے کہ پوری اجتماعیت قرآن حکیم کے سوسائٹی کی اصلاح کے بنیادی اساسی امور کو نظر انداز کررہی ہے۔''

# ہمارے ووٹ کی ایک قیمت ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''قرآن حکیم پڑھنا پڑھانا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا رکھانا، عیدالفطر منانا، آئندہ آنے والی بقرعید کی تیاریاں کرنا، یہ نمازیں، روزے اور عیدیں ہم پر کچھ فرائض اور ذمہ داریاں عائد کرتے ہیں۔ یہ فرائض اور ذمہ داریاں سمجھنا' اس علم کے مطابق عمل کرنا' ایک سچے مسلمان کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ سچائی پر ایمان ہے تو سچائی کا نظام بنانا ضروری ہے۔ جھوٹ پر ایمان نہیں ہے تو جھوٹ کے نظام کے خاتمے کے لیے اپنے تئیں جدوجہد اور کوشش کرنی ہے۔ عدل پر ایمان ہے تو عدل پر نظام بنانا ہے۔ ظلم کو بُرا سمجھتے ہیں تو حتیٰ الوسع ظلم کے سسٹم کو ختم کرنے کے لیے کردار ادا کرنا ہے۔

آج الیکشن کی بنیاد ہی جھوٹے حلف ناموں پر ہوتی ہے۔ اسی جھوٹ کی بنیاد پر امیدواروں کے درمیان مقابلہ ہو تو آپ بتایئے کہ ایسے امیدواروں میں سے کسی ایک کو بھی ووٹ دینا ضروری ہے یا بڑا جرم ہے۔ پوری قوم ایسے تمام لوگوں کا بائیکاٹ کرے کہ جو لوگ اپنے اثاثہ جات کا حساب کتاب صحیح نہ رکھتے ہوں، انھوں نے جو حلف نامے داخل کیے ہیں، ان کی جب تک پڑتال نہ ہو، یہ پتہ نہ چلے کہ کون سچا ہے، کون جھوٹا ہے، اس وقت تک ہم ووٹ نہیں دیں گے۔ ہمارے ووٹ کی ایک قیمت ہے اور وہ قیمت عدل والوں کو دینے کے لیے ہے۔ سچائی والوں کے لیے ہے۔ امانت داروں کے لیے ہے، انسانی حقوق قائم کرنے والوں کے لیے ہے۔ آج کل کچھ مفتی بتاتے ہیں کہ موجودہ سسٹم میں ووٹ دینا اس لیے فرض ہے کہ یہ شہادت ہے اور شہادت دینا ضروری ہے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔ ہمارا ووٹ نہ دینا اس بات کی شہادت ہے کہ یہ سب جھوٹ بولتے ہیں۔ پہلے ان کو شہادت کے قابل تو بناؤ۔ ایسے جھوٹے، بددیانت اور کرپٹ لوگوں کی پڑتال تو کرو کہ ان کو ووٹ دینا جائز بھی ہے کہ نہیں۔

قرآن کی تعلیم اجتماعیت قائم کرتی ہے۔ ترقی یافتہ سوسائٹی بناتی ہے۔ اگر قرآن کی تعلیم کسی سوسائٹی کو ترقی نہیں دے رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قوم نے بہ حیثیتِ مجموعی قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جنھوں نے قرآن پاک کو پسِ پشت ڈال دیا، وہ دُنیوی اور اُخروی عذاب کے مستحق ہیں۔ اس غلط نظام میں دنیا و آخرت کا عذاب ان کا منتظر ہے۔ ووٹ دینے والے کے لیے بھی ہے اور ووٹ لینے والے کے لیے بھی ہے۔

آج ہمیں توبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور توبہ و استغفار کا مطلب یہ ہے کہ نئے عزم کے ساتھ جھوٹ اور بددیانتی کے پہلے تمام اقدام و اعمال سے اجتماعی طور پر توبہ کی جائے۔ آئندہ طے کرلیا جائے کہ ہم دین کی بیان کردہ بنیادی اقدار؛ سچائی، دیانت، عدل، امن کی اساس پر سسٹم بنانے، چلانے کو درست سمجھیں گے اور اس سے ہر طرح کے متصادم عمل سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔ ایسے ہی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دور کے ظالم سسٹم سے برأت کا اعلان کیا تھا۔ تب ہی رمضان المبارک کے ثمرات حاصل ہوں گے۔''



www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

# مجاہدِ کبیر سیّد اکبر شاہ ترمذیؒ

ہندوستان کی آزادی کے حصول کے لیے ولی اللّٰہی تحریک نے دہلی کو اپنا نظریاتی مرکز بنا کر کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ اس مقصد کے لیے آزاد قبائل (خیبر پختون خوا) کی سرزمین کا خاص طور پر انتخاب کیا گیا، تاکہ وہاں پر موجود حریت پسندوں کی مدد سے ولی اللّٰہی تحریک کی سربراہی میں پنجاب میں قائم سکھوں کی جابرانہ حکومت سے نجات حاصل کی جائے اور سکھوں کے ذریعے بدیسی حکمرانوں کے روز افزوں بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو ختم کیا جائے۔ خیبر پختون خوا کے اولیائے کرامؒ میں سے حضرت سیّد علی غواص المعروف پیر بابا بونیریؒ اعلیٰ مقام کی حامل شخصیت ہیں۔ مجاہدِ کبیر سیّد اکبر شاہؒ، سیّد پیر باباؒ کے اسی عظیم خانوادے کے ایک معزز رُکن تھے۔ وہ 1793ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سیّد گل شاہؒ تھا۔ وہ اپنے علاقے میں بہت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

علاقے کے سماجی مسائل کے حل کے لیے ان کے خاندان پر بھروسہ کیا جاتا تھا۔ علاقے کی ترقی، دینی، سیاسی اور معاشرتی زندگی میں انھوں نے ہمیشہ قابل قدر کردار ادا کیا۔ عقیدت کی بنیاد پر جس علاقے میں سیّد اکبر شاہؒ کے بزرگوں نے قیام کیا، اس جگہ کو آستانہ کہا جانے لگا، جو کہ بعد میں ستھانہ کہلایا۔ یہ وہی ستھانہ ہے جو بعد میں سیّد احمد شہیدؒ کی تحریکِ آزادی کا ایک مرکز بنا رہا۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے اپنی تصنیف ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' میں لکھا ہے کہ: ''ستھانہ کیمپ بہ ظاہر مسلمان درویشوں کی دینی خانقاہ تھی، جہاں پر علما اپنے سینکڑوں شاگردوں کو اسلامی عقائد و عبادات کا درس دیتے تھے، تاہم ان کا اصل مقصد لوگوں کو انگریزی اقتدار کے خلاف بغاوت اور جنگ پر تیار کرنا تھا۔''

یہ فخر بھی سیّد اکبر شاہؒ اور ان کے خانوادے کو حاصل ہے کہ انھوں نے ہر ظالم قوت کے خلاف ہر دور میں ہر ممکن طریقے سے جہاد کیا اور رہنمائی کا کردار ادا کیا۔ سکھوں کے خلاف مزاحمت کا سہرا بھی اسی سادات گھرانے کے سر جاتا ہے۔ خیبر پختون خوا میں سکھوں کے خلاف سب سے بڑا جہاد سیّد اکبر شاہؒ نے ہی کیا تھا۔ تاریخ میں اسے ''پیر سباک کا جہاد'' کہا جاتا ہے۔ پسِ منظر اس کا یہ ہے کہ پنجاب میں سکھوں کی حکومت جبر و استبداد کی حامل تھی۔ پشاور گزٹیئر کے مطابق ''اباسین سے وادی لوند خوڑ تک شاید ہی کوئی گاؤں ہو جسے سکھوں نے لُوٹا یا جلایا نہ ہو۔'' یورپی (فرانسیسی) جرنیلوں نے سکھ فوج کو جدید ہتھیاروں کی تربیت دے رکھی تھی۔ 1818ء میں رنجیت سنگھ نے اٹک کے قلعے پر قبضہ کرلیا۔ اس دوران قبیلہ خٹک کے کچھ مجاہدین سکھوں کے خلاف معرکے میں آگے بڑھے، لیکن وقتی طور پر کامیابیوں کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوا۔

اسی دوران قبیلہ یوسف زئی کے نوجوان بھی اخوند صاحب سوات کے خاندان کے زیرِ تربیت رہ کر جہاد کے لیے تیار ہوچکے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ 1824ء میں 20 ہزار یوسف زئی اور خٹک مجاہدین کا ایک لشکر نوشہرہ میں دریائے کابل کے کنارے پیر سباک کے مقام پر جمع ہوگیا تھا۔ ان سرفروشوں کی قیادت مجاہدِ کبیر سیّد اکبر شاہؒ ایسے جانباز کے ہاتھ میں تھی۔ دشمن پر اس اجتماعیت کا رعب اس قدر پڑا کہ راجہ رنجیت سنگھ خود ایک بڑے لشکر اور اپنے سب سے زیادہ قابلِ اعتماد جرنیل پھولا سنگھ کے ساتھ میدان میں آیا۔ مقابلے میں مجاہدین نے سیّد اکبر شاہؒ کی قیادت میں کمال حمیت کا ثبوت دیا۔ دست بہ دست لڑائی لڑتے لڑتے ایک ایک کر کے سبھی نے راہِ خدا میں جان دے دی۔ نوشہرہ کے قریب ترکئی کا وسیع قبرستان اب بھی سیّد اکبر شاہؒ کے سرفروش ساتھیوں کا زندہ نشان ہے۔ اس جنگ میں سکھوں کو بہت نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ رنجیت سنگھ کے انتہائی قابل جرنیل بہ شمول پھولا سنگھ اسی معرکے میں مارے گئے۔

سیّد اکبر شاہؒ نے اپنی والدہ اور تمام خاندان سمیت سیّد احمد شہیدؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ سکھوں کے خلاف معرکوں میں سیّد اکبر شاہؒ، سیّد احمد شہیدؒ کے مشیر اور معاون مالیات کی حیثیت میں کام کرتے رہے۔ ولی اللّٰہی تحریک کے فکری ونگ، جس کی قیادت حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ فرما رہے تھے، ان کی جانب سے جو رقم مجاہدین کی مدد کے لیے بھیجی جاتی تھی، اس کی تقسیم اور انتظام کی ذمہ داری سیّد اکبر شاہؒ کے سپرد تھی۔ سیّد اکبر شاہؒ کی خوبیوں اور صلاحیتوں کی وجہ سے حضرت سیّد احمد شہیدؒ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ جب سیّد احمدؒ امب سے پنجتار تشریف لے گئے تو قلعہ امب کا انتظام شیخ بلند بختؒ اور سیّد اکبر شاہؒ کے سپرد کیا۔ 1827ء میں جب مجاہدین نے پنجتار میں قیام فرمایا تو سیّد اکبر شاہؒ نے شاہ اسماعیل شہیدؒ کو علاقے کے حالات سے آگاہ فرمایا، تاکہ بہتر حکمتِ عملی سے پیش رفت کی جاسکے۔ خیبر پختون خوا میں سیّد اکبر شاہؒ اور ان کے خاندان نے ہر ممکن طور پر سیّد احمد شہیدؒ کی جماعت کو تقویت پہنچائی۔ سیّد صاحبؒ کی شہادت کے بعد بھی اپنے جان و مال کو انتہائی بے غرضی سے مجاہدین کے لیے وقف رکھا۔

سکھوں کی طاقت کمزور پڑتے ہی خیبر پختون خوا میں بھی کوئی مضبوط حکومت نہ رہی اور ہر شخص کی جان، مال، آبرو خطرے میں پڑ گئی تو سیّد اکبر شاہؒ نے ہزارہ کے تمام سرکردہ قبائل کا جرگہ منعقد کیا، جس میں انھیں کا بادشاہ مقرر کیا گیا اور اسلام کے قوانین کی بالادستی پر مبنی اسلامی جمہوری اور فلاحی مملکت کی بنیاد رکھی، جو کہ 1849ء تک جاری رہی۔ اس حکومت کو ''گنڈئی مسلمانی'' یا اسلام کا مختصر دورِ حکومت کہا جاتا ہے۔

1850ء میں سوات اور بونیر کی ایک روحانی شخصیت اخوند صاحب عبدالغفورؒ نے تمام قبائل کا ایک نمائندہ اجلاس سیدو شریف میں بلایا، جس میں سیّد اکبر شاہؒ کا نام اس علاقے کی بادشاہت کے لیے تجویز کیا گیا۔ حضرت اخوندؒ ریاست کے شیخ الاسلام مقرر ہوئے اور یوں سوات، بونیر اور نواحی علاقوں میں شرعی احکامات پر مبنی اسلامی مثالی حکومت قائم ہوگئی، جسے سیّد اکبر شاہؒ نے اخوند صاحبؒ کی سرپرستی میں بہت خوبی سے چلایا۔

11/ مئی 1857ء کو مجاہدِ کبیر سیّد اکبر شاہؒ کا وصال تقریباً 70 سال کی عمر میں ہوا۔ اتفاق سے یہ وہی دن تھا جب جنگِ آزادی 1857ء کی خبر پشاور پہنچی تھی۔ اس دور کے کمشنر پشاور سر ہربرٹ ایڈورڈ نے سیّد اکبر شاہؒ کی وفات کے بارے میں کہا تھا کہ: ''اگر سوات کی شرعی حکومت کا بادشاہ سیّد اکبر شاہ زندہ ہوتا تو آج ہمارے لیے صورتِ حال کچھ اَور ہی ہوتی۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



www.rahimia.org

رپورٹ: انیس احمد سجاد ایڈووکیٹ، لاہور

# ادارہ رحیمیہ لاہور میں حضرت رائے پوری مدظلہٗ کی معیت میں متعلقینِ سلسلہ کا قیامِ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ/2018ء

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشادِ گرامی ہے کہ: ''جنت کو شروع سال سے آخر سال تک رمضان المبارک کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔'' (بیہقی فی شعب الایمان) ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں اس سال کا رمضان المبارک کچھ ایسا ہی منظرنامہ پیش کر رہا تھا۔ جنوری 2017ء میں ادارہ رحیمیہ کے ''السعید بلاک'' کی تعمیرات کا آغاز ہوا تھا، جس کی بنیادوں کی کھدائی سے لے کر آخری چھت کی تیاری تک کا ہر ہر مرحلہ حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی نگرانی میں مکمل ہوا۔ مہمانوں کی آمد رمضان المبارک کی آمد سے قبل مؤرخہ ۲۴رشعبان المعظم ۱۴۳۹ھ/ 11رمئی 2018ء کو شروع ہوگئی تھی۔ جب نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے ساتھ ادارہ رحیمیہ کے ''السعید بلاک'' کا افتتاح کیا گیا تھا۔ مؤرخہ 13رمئی 2018ء کو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی یاد میں سیمینار کا انعقاد کیا گیا تھا، جس میں الحمدللہ! ملک بھر سے سینکڑوں ہزاروں افراد نے شرکت کی تھی۔ ان پروگرامات کے فوراً بعد رمضان المبارک کا آغاز ہوا۔ گزشتہ کئی سالوں سے جگہ کی تنگی کی وَجہ سے احباب کو رمضان المبارک میں قیام کے حوالے سے شیڈیولنگ کا سامنا تھا۔ اس دفعہ الحمدللہ! دوستوں میں رمضان المبارک میں قیام کا ولولہ سال ہائے گزشتہ کی نسبت زیادہ تھا۔

حالیہ رمضان المبارک بھی ولی اللّٰہیہ مجددیہ طریقے کی پوری آن بان اور سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے چاروں شیوخ کے فیضان کے ساتھ حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوریؒ کی معیت میں گزارا گیا۔ نمازِ تہجد، نوافل، ذکر اذکار کی صداؤں اور تلاوتِ کلامِ پاک کے ساتھ احباب سحری کا آغاز کرتے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد آرام کے وقفے کے بعد قرآن پاک کی منتخب سورتوں کے تفسیری درس کے ساتھ دن بھر کی سرگرمیوں کا آغاز ہوتا، جس میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے مجازین حضرات، جید علمائے کرام اور مفتیانِ عظام حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے تفسیری ارشادات کی روشنی میں تفسیری درس ارشاد فرماتے تھے۔ نمازِ ظہر کے بعد عمومی احباب کے لیے درسِ حدیثِ نبویؐ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جب کہ علمائے کرام، پروفیسرز اور سینئر احباب کے لیے حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ''حُجَّةُ اللّٰهِ البالِغه'' کا درس ارشاد فرماتے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد ذکر اللہ کی مجلس سے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے در و دیوار جھومنے لگتے تھے اور ذاکرین کے ذکر اللہ کی صدائیں قلوب کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ بنتی رہیں۔

مجلس ذکر کے بعد امامِ ربانی، قطبِ صمدانی، حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی کتاب ''امدادالسلوک'' کا درس ہوتا رہا اور حضرت اقدس آزاد رائے پوری مدظلہٗ اُس کی تشریح اور مشکل مقامات کی وضاحت فرماتے رہے۔

افطاری کے بعد حضرت اقدس آزاد رائے پوری مدظلہٗ بمع خصوصی احباب اوّابین کے نوافل ادا کرتے، جس میں جناب قاری افضال حسین (کراچی) نے حضرت اقدس مدظلہٗ کو قرآن پاک سنانے کا شرف حاصل کیا، جب کہ اس دوران دیگر مقیمین کھانا تناول کرتے۔ نمازِ تراویح میں قرآن پاک سنانے کی سعادت حسبِ سابق حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ مجاز حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ (چشتیاں) کو حاصل رہی۔ تراویح میں تلاوت کیے گئے پارے کا تفسیری خلاصہ حسبِ معمول حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مجاز حضرت رائے پوری رابعؒ وصدر ادارہ رحیمیہ بیان فرماتے رہے۔

رمضان المبارک کی ستائیس ویں شب کو تراویح میں تلاوت کیے گئے قرآن پاک کی تکمیل ہوئی۔ اٹھائیس ویں شب کو اوّابین میں سنائے گئے قرآن پاک کی تکمیل ہوئی اور اُنتیس ویں شب کو نمازِ تہجد میں مولانا قاری محمد عثمان کی طرف سے سنائے گئے قرآن پاک کی تکمیل ہوئی۔ اور مسلسل تینوں دن دعا کی جاتی رہی۔ اسی طرح ملک بھر میں سلسلے کے متعلقین اپنے اپنے مراکز میں جو کہ الحمدللہ! ملک بھر میں 135 (مراکز) کے قریب تھے، میں نمازِ تراویح ادا کرتے رہے اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ بذریعہ انٹرنیٹ تفسیری خلاصہ بیان کرتے رہے، جو کہ ملتان سے براہِ راست تمام مراکز میں نشر ہوتا رہا۔ اس کا ختم قرآن چوبیس ویں شب کو ہوا۔ تکمیلی بیان اور دعا حضرت اقدس آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے کراوئی۔

رمضان کا لفظ ''رمضا'' سے نکلا ہے اور ''رمضا'' اُس بارش کو کہتے ہیں، جو کہ موسم خریف سے پہلے برس کر زمین کو گرد و غبار سے پاک کر دیتی ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کی بارش کا ہے، جس کے برسنے سے مؤمنوں کے گناہ دُھل جاتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت ہمیں بقیہ پورے سال میں بھی رمضان المبارک کے فیوضات کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

**بقیہ شذرات** نااہل وزیراعظم کی بیٹی جو پہلے لندن میں تو کیا، پاکستان میں بھی سِرے سے کسی بھی پراپرٹی کی ملکیت سے انکاری تھیں، اب الیکشن کمیشن کے سامنے پونے ارب سے بھی زیادہ پراپرٹی کے اثاثے ظاہر کر رہی ہیں۔ پھر اربوں کی جائیداد کے مالک سابق صدر کے بیٹے اور پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ کے سپوت اپنے آپ کو ذاتی گاڑی سے محروم ظاہر کر رہے ہیں۔ گویا موصوف یا تو اپنے نوکروں چاکروں کے نام پر مہنگی گاڑیاں خریدتے رہے ہیں یا پھر سرکاری لگژری گاڑیوں میں قوم کے خون پسینے کا تیل پھونکتے رہے ہیں۔ غور طلب امر یہ ہے کہ الیکشن کا یہ فرسودہ عمل قوم کی حالت بدلنے سے قاصر ہے۔ یہ بار بار کا جھوٹ ہمیں دعوتِ غور و فکر دے رہا ہے۔ (مدیر)



www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

**بقیہ قومی معیشت** چناں چہ اسماعیل پاشا حکومت کا کاروبار چلانے اور پُرانے قرضوں کو اُتارنے کے لیے نئے قرض لیتا، لیکن ہر گزرتے دن کے ساتھ قرض مہنگے ہوتے چلے گئے۔ بالآخر پاشا کا محبوب قطاوی خاندان بھی اُس کا ساتھ چھوڑ گیا اور یورپی قوتوں نے مزید قرض دینے سے انکار کر دیا۔ اب ملک کا خرچ چلانے کے لیے پاشا کے پاس مصر کے اثاثے بچے تھے، جن میں سب سے قیمتی نہر سویز تھی۔ چناں چہ اُسے حکومتِ برطانیہ کو چالیس لاکھ پاؤنڈ میں بیچ دیا گیا۔ ان حالات کے باوجود حکمران خاندان کی شاہ خرچیوں اور شان و شوکت میں کمی نہیں آئی۔ غیر سنجیدگی میں اس مستقل مزاجی کو بھانپتے ہوئے یورپی قوتوں نے مصر کی مالیاتی ساکھ پرکھنے کے لیے مالیاتی کمیشن بنایا اور اس کی سفارشات پر مصری نژاد امریکی وزیر اعظم، برطانوی وزیر خزانہ اور فرانسیسی وزیر منصوبہ بندی بنائے گئے اور مصر کو ہر حوالے سے غلام بنا لیا گیا۔ مصر نے یورپی جدیدیت کی طرف اس لیے قدم اٹھایا کہ وہ خلافتِ عثمانیہ سے آزاد ہو سکے، لیکن عاقبت نا اندیشی اور ادارہ جاتی منصوبہ بندی کی عدم موجودگی میں بڑے بڑے منصوبے مصر اور اس کی عوام کے پاؤں کی بیڑیاں بن گئے اور بالآخر مصر سے سوڈان الگ ہوا۔ یہ دونوں غلامی میں گِھر گئے۔ ملک میں بغاوتیں ہوئیں۔ ہزاروں لوگ قتل ہوئے، لیکن آج تک مصر و سوڈان آزاد اور خوش حال نہ ہو سکے اور مٹی اور گارے کی بنیاد پر ترقیات اُس دور کے مصر کے علاوہ سب کے کام آئیں۔

ہمیں آج اس بات کا تعین کرنا ہے کہ آج پاکستان کو کیسی ترقی چاہیے؟ کیا یہ انسانی ترقی ہوگی یا مٹی اور گارے سے بنے ہوئے بڑے بڑے شہروں کی؟ جنھیں چلانے کے لیے ہمارے پاس انسانی صورت میں سرمائے کی شدید قلت ہے؟

---

**بقیہ عالمی منظر نامہ** اس کے فوری بعد ٹرمپ نے کہا کہ ہمارا یہ حملہ ''مختصر اور متعین کردہ اہداف پر ہوگا۔'' روسی صدر ولادی میر پیوٹن کا کہنا تھا کہ: ''امریکا کو شامی حکومت کی تنصیبات پر حملہ کرنے کے بجائے دہشت گردوں کے ٹھکانوں کو نشانہ بنانا چاہیے۔'' 14/ اپریل 2018ء کو ہونے والا حملہ شامی خانہ جنگی میں مغربی ممالک کی یہ سب سے بڑی عسکری مداخلت تھی۔ امریکا، برطانیا اور فرانس نے شامی دارالحکومت دمشق کے ضلع برضح اور حمص کے قریب واقع دو اہم حکومتی تنصیبات کو مجموعی طور پر 105 میزائلوں سے نشانہ بنایا۔ پینٹا گون کے مطابق ''ان حملوں میں شامی حکومت کے زیر استعمال دفاعی ہتھیاروں کی تیاری کے تین مراکز کو نشانہ بنایا گیا، جب کہ ان حملوں کا مقصد اسد حکومت کا خاتمہ یا شامی تنازعے میں مداخلت نہیں تھا۔'' حملے کے فوری بعد امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا کہ: ''مطلوبہ مقصد مکمل ہو چکا۔'' سامراجی طاقتیں بار بار کوشش کرتی آ رہی ہیں کہ ان کا عالمی معاشی نظام جو آج دنیا میں ہچکولے لے رہا ہے، اسے کسی طرح جنگ کی ڈھارس مل جائے۔ کیوں کہ اسے خون فراہم کرنے والے مراکز دنیا کے چھوٹے ممالک اور ان کے قدرتی وسائل تھے۔ آج آزاد منڈی کے نظریہ نے ان کی اپنی معیشتوں کو وینٹی لیٹرز پر منتقل کر دیا ہے۔ آج ایشیا کی قومیں عقل سوجھ بوجھ اور دانائی کے ساتھ فیصلے کرتی نظر آ رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سامراج کی تمام تدبیریں اُلٹی ہوتی جا رہی ہیں۔

# دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

**سوال** آج کل بعض کمپنیاں ملازمت کے مواقع تلاش کرنے اور ان کے حصول میں معاونت کرتی ہیں۔ کیا کسی کمپنی یا فرد کی طرف سے ملازمت کے حصول میں مدد کرنے پر کمیشن وصول کرنا یا دینا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب** جائز ملازمت کے حصول میں مدد کرنے پر (حق الخدمت) کمیشن لینا دینا جائز ہے، تاہم کمیشن یک طرفہ ہونا چاہیے۔

**سوال** بیرونِ ملک سے رقم منگوانے یا بھیجنے کے لیے بینک کے باضابطہ طریقۂ کار کے علاوہ بھی طریقہ ہے کہ پرائیویٹ پارٹیاں یہ سروس فراہم کرتی ہیں اور ایک کوڈ کے ذریعے رقم کی وصولی اور ادائیگی ہوتی ہے۔ یہ پارٹیاں اس کے سروسز چارجز بھی وصول کرتی ہیں۔ اسے عرفِ عام میں ''ہنڈی'' کہا جاتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے کہ اس کے ذریعے رقم کا انتقال جائز ہے؟ اور اسے بہ طور کاروبار اختیار کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

**جواب** موجودہ تجارتی سسٹم مذموم سرمایہ دارانہ نظام پر چل رہا ہے۔ بینکوں کا ترقی یافتہ جدید سسٹم ہو یا قدیم زمانے سے جاری ہنڈیوں کا قدیم سسٹم، جس کو پرائیوٹ کمپنیاں اختیار کیے ہوئے ہیں، سب سرمایہ دارانہ نظام کے ذرائع اور وسائل ہیں۔ اس تبادلے میں جو کٹوتی ہوتی ہے، وہ سود کی مد میں آتی ہے۔ متبادل ذریعہ نہ ہونے یا غیر محفوظ ہونے کی صورت میں ان ذرائع کو اختیار کیا جا سکتا ہے، مگر پرائیویٹ کمپنیوں کے ذریعے چوں کہ رقم بھیجنا غیر قانونی بھی ہے، اس لیے احتیاط بہتر ہے۔

**سوال** اگر ایک شخص عید کی نماز میں امام کی پہلی رکعت میں زائد تکبیرات کے بعد جماعت میں شامل ہوا تو وہ تکبیراتِ زائدہ واجبہ کیسے کہے؟

**جواب** (۱) اگر قیام کی حالت میں شریک ہوا تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تکبیریں کہہ لے، اگر چہ امام قراءت شروع کر چکا ہو۔ (۲) اگر امام رکوع میں چلا جائے تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں کی فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر فوری تکبیرات کہہ کر رکوع میں جائے۔ اور اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالتِ رکوع میں تسبیح **سبحان ربّی العظیم** پڑھنے کے بجائے زائد تکبیرات بغیر ہاتھ اٹھائے کہہ لے۔ (۳) اگر تکبیریں کہنے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھالے تو کھڑا ہو جائے۔ اس صورت میں اس سے تکبیرات معاف ہیں۔

**سوال** ایک شخص عید کی نماز میں دوسری رکعت میں شامل ہوا۔ اس سے ایک رکعت چلی گئی ہو تو وہ سلام کے بعد بقیہ نماز کیسے ادا کرے۔

**جواب** یہ شخص پہلے قراءت کرے۔ اس کے بعد تکبیراتِ زائدہ کہے۔ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔



www.rahimia.org